بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقش آغاز

۷ر اپریل ۱۹۸۱ء کی رات کو ملک کے مختلف مکاتب فکر کے ۲۴ر افراد پر مشتمل جید علماء کا ایک نمائندہ وفد صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق صاحب سے ملا اور یہ ملاقات تین گھنٹے تک جاری رہی۔ بعض اہل درد اور مخلص حضرات کی تحریک و تجویز اور جد و جہد سے ایسا بھاری نمائندہ وفد تشکیل پایا۔ ملاقات سے قبل ملک بھر کے دو ڈھائی سو جید علماء نے اپنے اجتماع میں دل کھول کر ملکی و دینی حالات پر اظہار خیال کیا۔ ملاقات کیلئے عرضنامہ مرتب کرنے کیلئے اپنی تجاویز و احساسات سے وفد کو آگاہ کیا چنانچہ دینی و ملی اہم مسائل پر نہایت احتیاط سے ۲۰ نکات پر مشتمل ایک عرضداشت مرتب کی گئی جس میں مداہنت و خوشامد اور تملق کے انداز سے کلی احتراز کرتے ہوئے مگر وقار و متانت دل سوزی اور خلوص و للہیت کو ملحوظ رکھ کر دینی و علمی حلقوں کے اضطراب و پریشانی اور اسلامی نظام کی طرف پیش رفت کی رفتار پر دلی بے اطمینانی ظاہر کی گئی تھی اور صدر پاکستان سے ان نکات پر فوری عملدرآمد کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ یہ ملاقات اس پس منظر میں ہوئی کہ ایک طرف صدر پاکستان کا اسلامی نظام سے وابستگی، اعلانات اور دعاوی، دوسری طرف اس میدان میں عملی طور پر نہایت سست روی، تیسری طرف ملک اور ملت کے دشمنوں اور لادینی قوتوں کا از سر نو متحرک اور سرگرم ہو کر اشتراکی سازشوں اور منصوبوں کے لئے راہ ہموار کرنے کے عزائم اور سرگرمیاں، ان سب امور نے درد مند علماء اور مسلمانوں کو شدید اضطراب اور تذبذب کی شکل میں ڈال دیا تھا۔ اور وہ صدر پاکستان سے لگی لپٹی بغیر دو اور دو چار کی طرح دو ٹوک بات کرنا چاہتے تھے کہ ایسے میں وفاقی شرعی عدالت کے کتاب و سنت کی تشریعی عظمتوں اور اسلامی فقہ و قوانین کی تفاصیل سے بے خبر ججوں نے ایک فیصلہ میں رجم کو حد قرار دینے کے خلاف فیصلہ دیا۔ یہ فیصلہ ایک طرف کتاب و سنت کی قطعی نصوص اور اجماع امت کے خلاف قطعی بغاوت تھا تو دوسری طرف "شرعی عدالت" کے نام پر قائم کئے جانے والے عدالت کی بھی کھلی توہین تھا۔ اور یہ ستم ظریفی نہ تھی تو کیا تھا کہ کسی عدالت کے ججوں نے خود ہی جن کا ذہن کتاب و سنت کے بارہ میں مؤمنانہ نہیں تھا (جس کے شواہد ان کے دئیے گئے فیصلہ میں موجود ہیں،) کھلے بندوں ایسی ہی عدالت جو "شرعی" کہلاتی تھی کہ ایسی گستاخانہ توہین کی دوسری طرف عبوری آئین میں قادیانی فرقہ سے متعلق ترمیم کو نظر انداز کر دینے سے اور بھی جذبات میں اشتعال پیدا ہوا۔ ایسے حالات میں صدر پاکستان سے ملاقات ہوئی۔ احقر بھی شریک وفد تھا۔ عرضنامہ من وعن پڑھ کر سنایا گیا جسے صدر پاکستان نے پوری توجہ و انہماک سے سنا۔ اس کے بعد مندرجہ نکات اور عام دینی حالات پر وفد میں سے منتخب چند افراد کو اظہار خیال کا بھی موقعہ ملا۔ احقر نے بھی از راہ نصح و خیر خواہی جذبات و احساسات کو مختصراً ظاہر کیا۔

صدر محترم نے آخر میں شق وار ان نکات پر اظہار خیال کیا اس سلسلہ میں شرعی عدالت میں علماء کی شمولیت اور از سر نو تشکیل، عبوری آئین میں قادیانیت سے متعلق ترمیم کے بروقت فیصلے کئے گئے، دینی مدارس کے نصاب و

نظام کے سلسلہ میں صدر صاحب نے قومی کمیٹی کی رپورٹ کو واپس لینے اور کسی طرح بھی مداخلت نہ کرنے کا اعلان کیا سود وغیرہ کے بارہ میں بہت جلد اقدامات کے وعدے کئے جس کے ایفاء اور جلد از جلد تکمیل کا ملک پوری شدت سے انتظار کر رہا ہے، خدا کرے اس سمت میں صدر پاکستان رکاوٹوں پر جلد از جلد قابو پا سکیں اور جرأت پر مبنی مؤمنانہ فیصلے فرما کر عملی طور پر اسلام کی برکتوں سے ملک کو مالا مال کر سکیں۔ دینی وملکی حالات علماءِ مخلصین کا حکومت کے ساتھ رویہ وطرزِ عمل، موجودہ خدشات اور اضطرابات پر محضر نامہ کی تمہید میں جامع انداز میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ محضر نامہ بھی علماء کرام کا اس ملک میں نظامِ اسلام کے نفاذ و اظہارِ حق کے مساعی کے سلسلہ کا ایک تاریخی حصہ ہے اس لئے ہم پیش کردہ محضر نامہ کو نذرِ قارئین کر رہے ہیں۔

واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق

محضر نامہ جو صدر پاکستان کو ۴۷ علماء کے وفد نے پیش کیا

یادداشت بگرامی خدمت جنرل محمد ضیاء الحق صاحب صدرِ مملکت پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پچھلے تین سال میں پاکستان کے مسلمانوں بالخصوص علماء کرام کی ہمدردیاں اس امید پر آپ اور آپ کی حکومت کے ساتھ رہی ہیں کہ آپ اپنے بیشمار اعلانات کے مطابق اپنے دورِ حکومت میں نفاذِ شریعت کی کم از کم بنیادیں رکھ کر اس ملک کو اس منزل کی طرف گامزن کر دیں جس کے لئے وہ وجود میں آیا تھا۔ اسی امید پر ملک کے علماء اور سنجیدہ دینی حلقے آپ کی حکومت کے ساتھ مقدور بھر تعاون بھی کرتے رہے ہیں اور ان میں سے کچھ نے اپنی ذاتی اور جماعتی مصلحتوں کو بالائے طاق رکھ کر اور آپ کے مخالفین کی طعن و ملامت سہہ کر دین کی خاطر آپ کی حکومت کا دفاع بھی کیا ہے۔ لیکن اب صورتحال اس مرحلے پر پہنچ چکی ہے کہ اس پر خاموش رہنے کو علماء بدترین مداہنت، ملک وملت کے ساتھ بیوفائی اور اپنے پروردگار کے حضور گناہِ عظیم سمجھتے ہیں۔

پچھلے ساڑھے تین سال کے دوران نفاذِ شریعت کے بنیادی کام بدستور معرضِ التوا میں پڑے رہے ہیں۔ اور جو چند اقدامات اس سمت میں ہوئے۔ چونکہ ان کے ضروری لوازم پورے نہیں ہو سکے اس لئے معاشرے پر ان کے عملی اثرات ظاہر نہیں ہوئے اور عام نظروں میں وہ بے معنی اور بے وقعت ہو چکے ہیں اور اس سے باہمی بد اعتمادی اور نفاذِ شریعت کے بارے میں مایوسی پیدا ہو رہی ہے۔

اس صورتحال میں ایک طرف ہم سنگین اجتماعی گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ دوسری طرف اس سے ملک میں عام بے چینی پیدا ہو رہی ہے۔ اور اس سے تخریب پسند عناصر فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس موقع پر ہر مکتب فکر کے پچاس علماء ۹ مارچ کو اس مقصد کیلئے جمع ہوئے کہ وہ ان حالات میں اپنے فرائض پر غور کریں اور ایک مرتبہ پھر ایسی تجاویز آپ کی خدمت میں پیش کریں جن سے صرف قومی طور پر نہیں بلکہ عملی طور پر ملک کا اسلامی رخ متعین ہو جائے۔ خیال یہ تھا کہ اگر آپ کی طرف سے یہ ٹھوس اقدامات کر دیئے گئے تو موجودہ حکومت کے اسلامی کردار سے خود مطمئن ہونے اور عوام کو مطمئن کرنے کے بعد علماء اور عوام ان عناصر کا علیٰ وجہ البصیرت مقابلہ کر سکیں گے جو ملک میں افراتفری پھیلانے کے درپے ہیں۔ چنانچہ علماء کرام کے تمام مکاتیب فکر کے پچاس نمائندگان کی طرف سے بیس نکات پر مشتمل ایک یادداشت مرتب کی گئی اور طے کیا گیا کہ ایک نمائندہ وفد یہ یادداشت آپ کو پیش کرے گا۔ لیکن افسوس ہے کہ پچھلے دنوں سے سرکاری حلقوں کی طرف سے پے درپے چند ایسے اقدامات ہوئے جنہوں نے صرف علماء کے نہیں ملک کے تمام مخلص مسلمانوں کے دینی جذبات کو بری طرح زخمی کر کے رکھ دیا۔

اب تک علماء اور عوام کو شکوہ یہ تھا کہ نفاذِ شریعت کے کام میں دیر ہو رہی ہے۔ لیکن ان اقدامات نے شریعت میں تحریف و ترمیم کا دروازہ چوپٹ کھول کر یہ اضطراب انگیز احساس دلوں میں پیدا کر دیا کہ اب ہم نے نفاذِ شریعت کی طرف آگے بڑھنے کے بجائے اور پیچھے ہٹنا شروع کر دیا ہے۔ کیونکہ اب بات بے عملی کی حد تک محدود نہیں رہی بلکہ دین کے انکار کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا ہے۔ اور اگر اس سلسلہ کو روکا نہ گیا تو دین کا حلیہ بگڑ کر رہ جائیگا اور ظاہر ہے کہ اس صورتحال کو اس ملک کے علماء اور دین کے نام پر مرمٹنے والے مسلمان کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ایسا ہی ایک اجتماع آج ۷ اپریل ۱۹۸۱ء کو راولپنڈی میں منعقد ہوا جس میں ہر مکتب فکر کے تقریباً دو صد سے زائد علماء نے شرکت کی۔ اس اجتماع میں طے کیا گیا کہ قبل اس کے کہ ان سنگین اقدامات کے خلاف عوامی جذبات احتجاج کی صورت اختیار کریں اور میدانِ کار استحصال پسندوں کے ہاتھوں میں آ جائے۔ آپ سے ملاقات کر کے ان مسائل کی سنگینی اور ان کے بارے میں ملت کے جذبات سے آپ کو آگاہ کیا جائے اور آپ سے درخواست کی جائے کہ ان بیس نکات میں سے جو اجتماعِ لاہور میں طے ہوئے تھے مندرجہ ذیل اقدامات پر آپ بلا تاخیر اور فوری طور سے عمل فرمائیں اور خدا کیلئے اس قوم کو جو پہلے ہی صدموں سے نڈھال ہے۔ مزید افتراق و انتشار سے بچا لیں۔

صدرِ محترم! اس ملک کے مخلص مسلمانوں اور علماء کو آپ سے دین کی خاطر ہمدردی ہے۔ ہم ہرگز یہ نہیں چاہتے کہ اس نازک موقع پر جب کہ انتشار پسند عناصر ملک میں افراتفری پھیلانا چاہتے ہیں۔ کوئی مزید انتشار پیدا ہو یا علماء کے کسی عمل سے ان عناصر کو فائدہ پہنچے لیکن دین کے خادموں کی حیثیت سے یہ بات ہمارے لئے ممکن نہیں ہے۔ کہ ایک اسلامی حکومت میں اسلام ہی کے نام پر اسلام کے اجماعی مسلّمات کو ذبح ہوتا ہوا دیکھیں اور خاموش رہیں۔ قرآن و سنّت کو عدالتوں میں موم کی ناک بنا کر انہیں برملا جھٹلایا جائے اور ہم لوگوں سے یہ کہیں کہ ملک میں

اسلام کا بول بالا ہو رہا ہے۔ ملک کے عبوری آئین سے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے والی دفعہ حذف کی جائے اور ہم لوگوں کو یہ باور کرائیں کہ ختم نبوت کا عقیدہ پوری طرح محفوظ ہے۔ بنکوں میں اسلامی معیشت کے نام پر لوگوں کو سود کھلایا جائے اور ہم یہ اعلان کریں کہ ملک میں اسلامی معیشت کا احیاء ہو رہا ہے۔

لہٰذا آج ہم آپ سے یہ گذارش کرنے آئے ہیں کہ انتظار و اشتیاق اور تاخیر و تعویق کا وقت اب گذر چکا ہے۔ خدا کیلئے ان اکیس نکات پر فوری طور سے عمل درآمد کرائیے اور ان اکیس نکات میں سے بھی خاص طور پر درج ذیل امور کا آج ہی فیصلہ فرما دیجئے۔ ان امور کی انجام دہی میں ہم ہر قسم کا تعاون پیش کرتے ہیں۔

۱۔ سب سے پہلا اہم مسئلہ وفاقی شرعی عدالت کا ہے، علماء مدت سے یہ کہتے آئے ہیں کہ ان عدالتوں میں قرآن و سنّت کے علوم میں ماہر علماء کو جج مقرر کیا جائے۔ ورنہ اس عدالت کے ذریعہ شریعت میں تحریف و ترمیم شروع ہو جائے گی، یہ اندیشہ اب عملاً انتہائی تشویشناک صورت میں سامنے آچکا ہے۔ حدود آرڈی ننس کے قوانین کو بحمد للہ پوری قوم کی سرگرم تائید و حمایت حاصل تھی۔ لیکن وفاقی شرعی عدالت کے رجم کے بارے میں حالیہ شرمناک فیصلے کے ذریعہ ملک میں شدید اضطراب پیدا کر دیا ہے۔ اور یہ صورت حال درحقیقت اس بات کا نتیجہ ہے۔ کہ وفاقی شرعی عدالت جیسے اہم منصب پر ان جج صاحبان کو مقرر کر دیا گیا ہے، جنہوں نے قرآن و سنت، فقہ اور متعلقہ علوم کی ابجد بھی کسی سے نہیں سیکھی۔ کس قدر ظلم کی بات ہے، کہ کسی قانون کے قرآن و سنّت کے مطابق یا مخالف ہونے کا فیصلہ وہ حضرات کریں جو قرآن کریم کی ایک آیت کا ترجمہ کرنے پر بھی قادر نہ ہوں اور جو حدیث کا کوئی ایک جملہ صحیح طور پر پڑھ نہ سکیں، یا جو اسکی حجیت ہی کے قائل نہ ہوں

اگرچہ حکومت نے اس فیصلے کے خلاف اپیل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔

لیکن مسئلہ یہ ہے کہ سپریم کورٹ میں جو جج صاحبان یہ اپیل سنیں گے وہ بھی "انگریزی" قانون کے خواہ کتنے ماہر ہوں، لیکن قرآن و سنت کو سمجھنے اور اس کے بارے میں قابل اعتماد بات کہنے سے قطعی معذور ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ جبتک شریعت کے بارے میں ایسے اہم فیصلے ایسے ہاتھوں میں رہیں گے۔ جو قرآن و سنت کے معاملہ میں صاف گوئی معاف قطعی طور پر نااہل ہیں۔ اس وقت تک اس طرح کے مسائل پیدا ہوتے رہیں گے، آج رجم جیسے اجماعی مسئلہ کو جو چودہ سو سال سے مسلم چلا آرہا ہے اور جس پر قرآن و سنت کے بیشمار دلائل موجود ہیں، اسلام کے منافی قرار دینے کی جسارت کی گئی ہے۔ کل سود کو حلال قرار دیا جائیگا، پرسوں اشتراکیت کو عین اسلام قرار دینے کی کوشش کی جائے گی، اور پھر دین کا حلیہ بگاڑنے کا یہ سلسلہ کسی حد پر نہیں رک سکے گا۔

یہ صورت حال تمام مسلمانوں کیلئے قطعی ناقابل برداشت ہے، اور اس سے جو انتشار پیدا ہوگا۔ اس کا اس وقت تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا اگر اس خرابی کا سدباب کرنا ہے تو اس کا کوئی راستہ اس کے بغیر نہیں کہ وفاقی شرعی عدالت اور سپریم کورٹ کی شرعی بینچ جنکی قرآن و سنت میں مہارت، علم و فضل اور تقویٰ پر امت

کو اعتماد ہو، پھر آئینی عدالت کے ذریعہ اس فیصلہ پر نظر ثانی کرائی جائے، ہمیں معلوم ہے کہ موجودہ عدلیہ اس تجویز کی شدید مخالف ہے، لیکن اگر ان کی مخالفت کے علی الرغم عبوری آئین کی حالیہ دفعات حذف ہو سکتی ہیں تو اس سراسر معقول اور حق و انصاف پر مبنی مطالبے کو بھی بروئے کار لایا جا سکتا ہے اس صورت میں انشاء اللہ پوری قوم اس اقدام کی بھرپور تائید کرے گی۔

۲- چند روز قبل جو نیا عبوری آئین نافذ ہوا ہے۔ اس میں یہ تشویشناک صورتحال سامنے آئی ہے کہ ۱۹۷۳ء کے آئین کی دفعہ ۱۰۶ بھی حذف کر دی گئی ہے، حالانکہ یہی وہ دفعہ ہے جس میں قادیانیوں اور ان کے لاہوری گروپ کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی صراحت تھی، آپ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ آئین کی دفعہ پاکستان کے مسلمانوں نے کن بیش بہا قربانیوں اور کس متواتر جدوجہد کے بعد منوائی تھی، اور اسے دستور میں درج کرانے کے لئے ملک میں کتنی عظیم تحریک برپا ہوئی تھی، ہمیں اندازہ نہیں ہے۔ کہ کن عناصر نے اپنی شرارت اور ملک دشمن ریشہ دوانیوں کے ذریعہ اس نازک مرحلہ پر ایسی حساس دفعہ کو حذف کرنے کی جسارت کی ہے۔ آپ کو یقیناً اندازہ ہو گا کہ اس دفعہ کے حذف ہو جانے سے ملک میں کیسی نازک صورتحال پیدا ہو سکتی ہے۔ اور اس کے کیسے سنگین نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ ہمارا گمان یہ ہے کہ آئین سے اس دفعہ کا اخراج آپ کے علم کے بغیر ہوا ہے۔ اس لئے ہم اس یادداشت کے ذریعہ یہ اضطراب انگیز صورتحال آپ کے علم میں لا رہے ہیں۔ تاکہ آپ فوری طور پر اس کا تدارک بھی فرمائیں اور ان عناصر کو قرار واقعی سزا دیں جنہوں نے اس دفعہ کو حذف کر کے ملک میں انتشار پھیلانے کی مذموم کوشش کی ہے۔

ممکن ہے کہ اس دفعہ کو حذف کرنے کی یہ تاویل کی جائے کہ یہ دفعہ انتخاب کے ضمن میں آئی تھی، اور انتخاب سے متعلق تمام امور معطل ہوئے ہیں۔ اس لئے یہ دفعہ بھی معطل ہو گئی ہے۔ لیکن ہم واضح الفاظ میں یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ یہ تاویل قطعی طور پر ناقابل قبول ہے، اول تو انتخاب کے ملتوی ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ انتخاب سے متعلق تمام دفعات حذف کر دی جائیں، دوسرے اگر انتخابات والی دفعات کو کسی وجہ سے معطل کرنا ضروری سمجھا گیا تھا تو قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کیلئے کسی نئی دفعہ کا اضافہ ضروری تھا۔ مثلاً دفعہ ۲۶۰ کے آخر میں یہ تشریح بڑھائی جا سکتی تھی کہ:

"قادیانی اور لاہوری گروپ جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں وہ اس دفعہ کے تحت غیر مسلم کی تعریف میں داخل ہیں۔"

لہٰذا براہ کرم قبل اس کے کہ یہ مسئلہ عوامی احتجاج کی صورت اختیار کرے فوری طور پر یا تو دفعہ ۱۰۶ شق ۳ کو بحال کیا جائے یا دفعہ ۲۶۰ میں مذکورہ تشریح کا اضافہ کیا جائے۔ ایسے ہی ایک المناک صورتحال حالیہ مردم شماری کے دوران سامنے آئی کہ ایک غیر مسلم اقلیت یعنی قادیانیوں نے اپنا نام مسلمان کی حیثیت سے درج کرایا جبکہ ایسا کرنا آئین پاکستان کی کھلی خلاف ورزی تھی، اور جس سے اس اقلیت کو اپنے مذموم، اسلام دشمن مقاصد کی تکمیل کے

راستے کھل گئے۔ اور یہ اس وجہ سے ہوا کہ مردم شماری کا طریقۂ کار وضع کرتے وقت اس نزاکت کا نہ صرف کوئی خیال نہیں رکھا گیا بلکہ ان کی غلط بیانی کو عملاً سندِ جواز دی گئی، لہٰذا اس کے ازالہ کیلئے ضروری ہے کہ اس اقلیت کی مردم شماری کالعدم قرار دیکر ان کی غلط بیانی پر مقدمہ چلایا جائے اور اسکی دوبارہ مردم شماری کرائی جائے۔

۳۔ تیسرا مسئلہ بینکوں میں غیر سودی کاؤنٹرز کا ہے۔ یہ بات اب بالکل واضح ہو چکی ہے۔ کہ ان کاؤنٹرز کے کاروبار کو غیر سودی قرار دینا محض ایک فریب ہے۔ اس مسئلہ میں علماء اور ماہرینِ معاشیات کے مختلف مقالے اخبارات و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ لیکن ابھی تک حکومت کی طرف سے اس طریقۂ کار کو بدلنے کے لئے کوئی ابتدائی اقدام بھی سامنے نہیں آیا بلکہ نیشنل بنک کے جنرل مینجر کیطرف سے تمام شاخوں کو یہ ہدایت بذریعہ اخبار کی گئی ہے کہ پی، ایل، ایس اکاؤنٹ کے تمام ممبران کو آٹھ فیصد کے حساب سے متعین منافع (سود) ادا کیا جائے۔)

۴۔ جن جرائم کی سزا حدود آرڈیننس میں طے کی گئی ہے۔ ان سے متعلق مجموعۂ تعزیراتِ پاکستان کی دفعات کو منسوخ کر کے ان کے قابلِ تعزیر جرائم کو حدود آرڈیننس ہی میں شامل کیا جائے۔

۵۔ سرکاری ملازمین، بالخصوص افسران کے تقرر اور ترقی میں ان کے اسلامی کردار کو بنیادی اہمیت دی جائے اور اس مقصد کیلئے ان کی خفیہ سالانہ رپورٹوں میں ضروری معلومات کا اندراج کیا جائے۔

۶۔ مخلوط تعلیم کو ختم کیا جائے۔

۷۔ تمام سول، فوجی اور پیشہ ورانہ تربیتی اداروں میں بنیادی اسلامی تعلیم کو لازمی قرار دیا جائے۔

۸۔ ملک کے تمام دینی مدارس کی آزادی اور خود مختاری کو برقرار رکھے جائے اور اس سلسلے میں وزارتِ تعلیم اور وزارتِ مذہبی امور کی مجوزہ تعلیمی اسکیم فی الفور واپس لیا جائے۔

۹۔ غیر اسلامی عائلی قوانین کو فوری طور پر منسوخ کیا جائے۔

۱۰۔ آئندہ تمام قوانین کی زبان اردو قرار دی جائے، اور سابقہ قوانین کو بھی اردو میں تبدیل کیا جائے۔

۱۱۔ سربراہِ مملکت سے سرکاری عمال تک سب کو سادہ قومی لباس اور سادہ اسلامی بود و باش کا پابند بنایا جائے۔

۱۲۔ مرزائیوں کے بارے میں ۱۹۷۴ء کی آئینی ترمیم کے مطابق قانون سازی کی جائے۔ اور اس اقلیت کے علیحدہ مذہبی تشخص کو واضح کرنے اور اسلام سے اس کے التباس کو دور کرنے کیلئے مؤثر اقدامات کئے جائیں۔

۱۳۔ ذرائع ابلاغ کیلئے دینی تعلیمات کی روشنی میں واضح رہنما اصول مرتب کر کے ان کو ان اصولوں کا پابند بنایا جائے۔ اور ایک ایسی با اختیار مانیٹرز کمیٹی مقرر کی جائے جو دینی مذاق رکھتے ہوں۔ اور پھر ان کو یہ اختیار دیا جائے کہ ذرائع ابلاغ کیطرف سے اگر ان اصولوں کی خلاف ورزی ہو تو وہ اس پر براہِ راست متعلقہ ذرائع سے بازپرس کر سکے۔

۱۴۔ قومی تعلیمی کونسل ایسے ماہرین اور علماء کو شامل کیا جائے جو اسکو صحیح معنی میں اسلامی سانچے میں ڈھال سکیں۔

۱۵۔ تعلیمی اداروں کو ملحدانہ اور غیر اسلامی نظریات کے حامل اساتذہ سے پاک کیا جائے۔

۱۶- سرکاری تقریبات میں ہر قسم کی فضول خرچی سے مکمل اجتناب کیا جائے اور فی کس اخراجات کی حد مقرر کی جائے۔

۱۷- سرکاری ملازمین کے درمیان تنخواہوں اور درجات کے غیر معمولی تفاوت کو کم تر کیا جائے۔

۱۸- عوام کی معاشی حالت کو بہتر بنانے کیلئے مؤثر اقدامات کئے جائیں۔

۱۹- انصاف کے آسان اور بلا تاخیر حصول کو ممکن بنانے کیلئے موجودہ طویل اور پیچیدہ عدالتی نظام کو تبدیل کیا جائے۔

۲۰- عدالتوں میں وکلاء کو بحیثیت مشیر عدالت مقرر کیا جائے اور جانبدارانہ وکالت کے نظام کو ختم کیا جائے۔

۲۱- شرعی حدود پر عملدرآمد کیلئے ڈویژن، ضلع اور سب ڈویژن کی سطح پر با اختیار قاضیوں کا تقرر عمل میں لایا جائے۔ جو قرآن و سنت اور فقہ کا علم رکھتے ہوں۔ نیز جرائم اور بدعنوانیوں کے انسداد کیلئے با اختیار محکمہ احتساب متعلقہ قاضی کی سربراہی میں قائم کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو ملک میں نفاذِ شریعت کے سلسلے میں عملی اقدامات کی توفیق مرحمت فرمائے، اور اس معاملے میں آپ کو ہمت و قوت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

مشاہیر علوم دیوبند | سائز ۲۰×۲۶/۸ صفحات ۶۷۰

ڈائی دار جلد عمدہ سینکڑوں علماء دیوبند کے مختصر مگر جامع حالات زندگی پر اپنی نوعیت کی پہلی کتاب۔ علمی خدمات اور نایاب ہزاروں تصانیف کا تذکرہ تالیف قاری فیوض الرحمان ایم اے۔ علماء و مشاہیر دیوبند کے انسائیکلوپیڈیا کی پہلی جلد۔ قیمت ۸۰ روپے

قرۃ العینین فی تفصیل الشیخین | فضیلت صدیق رضؓ و فاروق رضؓ

حجۃ الاسلام حضرۃ شاہ ولی اللہ کی معرکۃ الآرا بلند پایہ تحقیقی تصنیف۔ نہایت عمدہ بہترین ڈائی دار جلد اعلیٰ کاغذ کیساتھ دیدہ زیب ایڈیشن۔ قیمت ۴۰ روپے صفحات ۳۳۶

منہاج السنن شرح جامع السنن

جلد اوّل (عربی)

امام ترمذی کی کتاب ترمذی شریف کی نہایت جامع اور مختصر شرح۔ درس و تدریس کے لئے نہایت کارآمد۔ مؤتمر المصنفین کی ایک قیمتی اور تازہ پیشکش علامہ مولانا محمد فرید صاحب مفتی و مدرس دار العلوم حقانیہ کے قلم سے۔ صفحات ۳۰۳ قیمت -/۲۵ روپے

مؤتمر المصنّفین دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور